ڈاکٹر محمد جاوید خان
استاد، شعبہ اُردو، آزاد جموں وکشمیر یونی ورسٹی
ڈاکٹر محمد گلفراز عباسی
استاد، شعبہ اُردو، کوہسار یونی ورسٹی مری
ڈاکٹر محمد مسعود عباسی
استاد، شعبہ اُردو، آزاد جموں وکشمیر یونی ورسٹی

آزاد کشمیر میں اردو تنقید۔۔۔۔۔ایک تجزیاتی مطالعہ

Dr. Muhammad Javed Khan
Assistant Professor, Department of Urdu, Azad Jammu & Kashmir University.
Dr. Muhammad Gulfraz Abbasi
Associate Professor, Department of Urdu, Kohsar University, Murree.
Dr. Muhammad Masood Abbasi
Assistant Professor, Department of Urdu, Azad Jammu & Kashmir University.

Urdu Criticism in Azad Kashmir... An Analytical Study

In 1947, a great number of writers and poets migrated, right after partition, From Ponch, Sri Nagger and Jammu with an intent to permanently reside in Muzaffarabad. Literary activities, however, started off in Azad Jammu and Kashmir on Individual as well as collective levels. Literary works were often presented from various associations as well as from Azad Kashmir Radio. These literary activities gradually brought about the initiation of literary criticism in Azad Kashmir. Therefore, the list of great names, whose critical and analytical abilities were widely recognized not only in the region of Azad Kashmir but also in its suburbs includes prof Mehmood Hashmi, Dr Sabir Afaqi, Dr Ghulam Hussain Azhar, Dr Iftikhar Mughal, Narjis Iftikhar ,Habib kaifawi, Dr Shafique Anjum and Jawwad Hussain Jafari.

Key Words: *literary criticism, critical consciousness, Azad Kashmir.*

پانچ ہزار ایک سو چونتیس مربع میل پر مشتمل ریاست جموں وکشمیر کی ادبی روایت ریاست جموں وکشمیر سے جڑی ہے۔ ۱۹۴۷ میں تقسیم کے بعد پونچھ، سری نگر اور جموں جیسے مرکزی شہروں سے بڑی تعداد میں شعرا و

ادیب ہجرت کے بعد مظفر آباد اور میر پور میں قیام پزیر ہوئے۔ مسائل، مشکلات اور کٹھن حالات کے باوجود آزاد جموں و کشمیر میں ادبی سطح پر انفرادی و اجتماعی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ مختلف انجمنیں قائم کی گئیں ۔ان انجمنوں بالخصوص آزاد کشمیر ریڈیو مظفر آباد کے زیر اہتمام مختلف ادبی نشستوں میں ادبی مقالات پیش کیے جاتے اور یوں آزاد کشمیر میں اردو تنقید کی ابتدا ہوئی۔ اگر چہ آزاد کشمیر میں انجمن ترقی اردو، مجلس ترقی ادب اور مقتدرہ قومی زبان جیسے ادارے قائم نہیں ہو سکے۔ مگر اس کے باوجود یہاں کے اہل قلم نے آزاد کشمیر میں ایک مضبوط ادبی روایت کی بنیاد رکھی۔ اس حوالے سے آزاد کشمیر کی ادبی روایت کو تنقید سے خالی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پروفیسر محمود ہاشمی، ڈاکٹر صابر آفاقی، ڈاکٹر غلام حسین اظہر اور ڈاکٹر افتخار مغل کی تنقیدی صلاحیتوں کا نہ صرف آزاد کشمیر بلکہ بیرون خطہ بھی اعتراف کیا گیا۔ اس لیے آزاد کشمیر کی تنقیدی روایت کا جو منظر نامہ بنتا ہے۔ وہ تنقیدی کتب، ادبی مجلات، فلیپس، دیباچے، تبصرے، اخبارات و جرائد اور تنقیدی مقالاجات کی صورت میں ہے۔

آزاد کشمیر کی تنقیدی روایت میں جو کتب منظر عام پر آئیں اُن میں "یہ شاعر و افسانہ نویس"، "شاہراہ اردو کے چند اہم سنگ میل"، "کشمیر میں اردو"، "اردو افسانہ بیسویں صدی کی تحریکوں کی روشنی میں"، "جائزے"، "خاتون عجم"، "ایک شام رفیق محمود بھٹی کے نام"، "میاں محمد بخش۔۔۔ایک مطالعہ" اور "بابائے گوجری" شامل ہیں۔

"یہ شاعر و افسانہ نویس" پروفیسر محمود ہاشمی کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔ اِس مجموعے میں شامل مضامین ۴۰ کی دہائی کے مختلف ادبی رسائل مثلاً "ساقی"، "ادبی دنیا" اور "آج کل" وغیرہ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ دو حصوں پر مشتمل مجموعے میں پہلا حصہ مضامین کے تنوع کے اعتبار سے زیادہ اہم ہے۔ اِس حصے میں "جدید شاعری اور پنجاب کا حصہ"، "جدید شاعری اور پنجاب والے"، "جدید افسانہ نویسی کا ایک اہم سال"، "محمد حسن عسکری کے جزیرے" اور "حفیظ جالندھری اور اختر شیرانی کی شاعری" قابلِ ذکر ہیں۔ ان مضامین میں اگرچہ تنقید کا کوئی رجحان نظر نہیں آتا۔ تاہم ۴۰ کی دہائی میں جبکہ اردو تنقید ابھی ابتدائی مراحل میں تھی اِسے تنقید کی ایک اچھی کوشش قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان مضامین میں "حسن عسکری کے جزیرے" اہم حیثیت کے حامل ہیں۔ اِس میں حسن عسکری کے تین افسانوں "کالج سے گھر تک"، "پھسلن" اور "حرام جادی" کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ "حرام جادی" کو اردو افسانوں کے بہترین افسانوں میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حرام جادی" میں عسکری کا آرٹ اپنے شباب پر ہے "حرام جادی" ہی وہ کہانی ہے جسے پڑھ کر ہمیں فرانسیسی مصنف پر اوسٹ کی یاد آتی ہے۔ پھر شاید یہی وہ کہانی ہے جس نے ہمارے افسانوں کے ایک نقاد کو یہ خیال دلایا ہے کہ اگر کرشن، منٹو اور بیدی "جدید" ہیں تو عسکری "جدید تر" ہیں۔ (۱)

محمود ہاشمی کی تنقید زیادہ تر تاثراتی ہے اور ان کے مضامین میں گہرا تنقیدی شعور ضرور موجود ہے۔ محمود ہاشمی نے بعد ازاں برطانیہ کی فضاؤں کو اپنا مسکن بنالیایوں ان کی تنقید صرف چند مضامین تک ہی محدود رہی۔

آزاد کشمیر کی اردو تنقید کی روایت میں "شاہراہ اردو کے چند اہم سنگ میل" ایک اور تصنیف ہے۔ اِس کی مصنفہ نرجس افتخار ہیں۔ یہ تصنیف بھی متفرق موضوعات کا مجموعہ ہے۔ اِس مجموعے میں کلاسیکی ادب کے موضوعات کو تنقیدی دائرے میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان مضامین میں "فضلی کی کربل کتھا۔۔۔۔۔ایک مطالعہ"، "میر حسن کی شاعری"، "میر تقی میر کے دیوان اول کا مطالعہ"، "غالب کے اردو قصائد"، "حالی و شبلی اردو تنقید کے دو بڑے نام" اور "اکبر اور سرسید۔۔۔برصغیر میں مسلم فکر کے ارتقاء کے دو رُخ" شامل ہیں۔ ان مضامین کے مطالعہ سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ مصنفہ سیدہ نرجس افتخار کا مطالعہ خاصا وسیع ہے۔ انھوں نے تحقیق کی راہ اختیار کرتے ہوئے ان موضوعات کو تنقید کے دائرے میں لانے کی کوشش کی ہے۔ مصنفہ کے تنقیدی کے بارے میں ڈاکٹر افتخار مغل بیان کرتے ہیں:

"یوں محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے تنقید کے لیے تحقیقی و تنقیدی عمل کے دوران اپنے آپ کو کلی طور پر غیر معتصب رکھا ہے اور اپنے تحقیقی اور تنقیدی نتائج کو کسی شعوری اور ساختہ کوشش کے بجائے معروضی انداز میں خود کار راز طریق سے تلاش کیا ہے۔" (۲)

ان مضامین میں سے "حالی و شبلی۔۔۔۔۔اردو تنقید کے دو بڑے نام، تنقیدی نقطہ نظر سے زیادہ اہم ہیں۔ مصنفہ نے اردو ادب کے ان دو بڑے نقادوں کے مشترکہ عناصر جیسے تخیل، لفظ و معنی کی بحث، صداقت، مقصدیت، شاعری اور سوسائٹی جیسے موضوعات کے درمیان فرق تلاش کرنے اور دونوں تنقید نگاروں کے نقطہ نظر کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ نرجس افتخار کے خیال میں:

اگرچہ حالی اور شبلی دونوں معنی کی اہمیت سے منکر نہیں لیکن دونوں مجموعی لحاظ سے شعر و انشاء میں لفظ ہی کی برتری کے قائل ہیں کہ ہمارے اولین نقاد مغربی تنقید سے اخذ و استفادہ کرنے کے باوجود اپنے قدیم مشرقی بلاغتی نظام تنقید سے زیادہ دور نہیں جانا چاہتے۔(۳)

مصنفہ نے اپنی اِس تصنیف میں تنقید کے نئے زاویے اور تحقیق کے نئے دریچے واکرنے کی کوشش کی ہے اور ان کی یہ کوشش قاری کی معلومات میں نیا اضافہ ہے۔

حبیب کیفوی کی "کشمیر میں اردو" اِس لحاظ سے منفرد ہے کہ یہ کشمیری شعراء کے حالات وواقعات پر مشتمل پہلی مربوط کوشش ہے۔ اِس میں تنقید کے برعکس تحقیقی عنصر زیادہ نمایاں ہے تاہم کہیں کہیں تنقیدی اشارے بھی موجود ہیں۔

اگرچہ یہ اشارے توصیفی، میکانیکی اور سپاٹ ہیں۔ تاہم اولین تنقیدی نقوش ہونے کے باعث ان کو نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً احمد شمیم کی شاعری کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

اہل کشمیر کی مظلومیت سے متعلق جو تاثرات اور جذبات کشمیری شاعری کے ہو سکتے ہیں وہ ان سے مخصوص ہیں اس لیے کہ ستم رسیدہ انسانوں کی داستان غم میں ان کا اپنا دکھ بھی شامل ہوتا ہے۔(۴)

اسی طرح الطاف قریشی کے بارے میں اُن کی رائے ہے کہ:

ان کے کلام میں بڑی نفاست اور سادگی ہے۔ ہلکے پھلکے انداز میں اپنے احساسات کی ترجمانی کر جاتے ہیں۔ ان کے اشعار میں رعنائی خیال بھی ہے اور ندرتِ اظہار بھی۔(۵)

آزاد کشمیر کی تنقیدی روایت میں ایک اہم اضافہ "اردو افسانہ (بیسویں صدی کی ادبی تحریکوں اور رجحانات کے تناظر میں) ہے۔ اِس کے مصنف ڈاکٹر شفیق انجم ہیں۔ ڈاکٹر شفیق انجم اگرچہ نوعمر اور نو آموز ہیں۔ تاہم انھوں نے اردو کے خالصتاً ادبی موضوعات کو تنقید کے دائرے میں لاکر ادبی حلقوں کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ اصناف نظم و نثر میں اردو افسانہ ملکی و بین الاقوامی تحریکوں سے سب سے زیادہ متاثر ہوا۔ بالخصوص بیسویں صدی میں کئی تحریکوں نے (خواہ وہ برصغیر میں تھیں یا بین الاقوامی سطح پر) اردو ادب پر بالعموم اور اردو افسانہ پر بالخصوص گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ ڈاکٹر شفیق انجم نے ان تحریکوں کے اردو افسانے پر پڑنے والے اثرات

کا تجزیہ کیا ہے۔ رومانوی تحریک، حقیقت نگاری کے رجحانات، ترقی پسند تحریک، فرائیڈ اور یونگ کے اثرات، علامت نگاری، جنس نگاری کے رجحانات، حلقہ ارباب ذوق، اسلامی ادبی تحریک، پاکستانی ادبی تحریک اور جدیدیت نے اردو افسانہ کو شدت سے متاثر کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ بعض افسانے ان تحریکوں کی روشنی اور مقاصد کے تناظر میں لکھے گئے۔ مصنف نے ان تحریکوں کے پس منظر میں اردو افسانے کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ جدیدیت کے اثرات کے تناظر میں ڈاکٹر شفیق انجم لکھتے ہیں:

> جدید افسانہ نگاروں نے روایتی بیانیہ اسلوب کے بجائے علامتی و استعاراتی انداز اختیار کیا۔ عدم تکمیلیت، ابہام، اشاریت، رمز و ایما تجریدیت اور شعریت اس اسلوب کی نمایاں خوبیاں بن کر ابھریں۔ تحریر کے ٹھوس پن کے بجائے سیال کیفیت زیادہ اہم ہو گئی۔ اسلوب میں دائرے لکیریں، قوسین اور نقطے نمودار ہونے لگے۔ جملوں کو توڑنا، فقروں کو نامکمل چھوڑنا اور وقفہ، سکتہ اور خط کا استعمال عام ہوا اور لفظوں کو ادلنا بدلنا، شاعرانہ تلازمے بنانا تمثیل اور پیکر تراشتی کرنا اور تشبیہات اور استعارات لانا لازمی قرار پایا۔[۶]

بحیثیت مجموعی اس تصنیف میں مصنف نے اردو افسانے کی جدید تحریکوں کے تناظر میں نئی جہتوں اور زاویوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر شفیق انجم کی ہی تنقید کے تناظر میں ایک تصنیف "جائزے" ہے۔ جائزے میں شامل سات مضامین تنقیدی، جبکہ سات مضامین تحقیق کے تناظر میں لکھے گئے ہیں۔ ان مضامین میں "مجید امجد کی شاعری کے اختصاصی رویے"، "میرا جی کی نظم نگاری"، "ن۔م راشد اور میرا جی کا تصور مشرق ایک مطالعہ"، "رشید احمد کی افسانہ نگاری"، "گم شدہ شہر کی داستان کے حوالے سے احمد جاوید کی افسانہ نگاری"، "یوسف حسن کی غزل گوئی"، اور "عاصم بٹ کی کہانیاں" شامل ہیں۔

ان مضامین میں مصنف نے مجید امجد کی انفرادیت یعنی نظموں میں دیہی زندگی کی عکاسی، پنجاب کی صوفیانہ شاعری کے اثرات، ان کی کشادہ دلی اور فکری تنوع جیسی خوبیوں کو بیان کیا ہے۔ اسی طرح میرا جی کی نظم گوئی کے مختلف پہلوؤں کا تنقیدی جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ ن۔م راشد اور میرا جی کے ہاں مشرق کا جو تصور موجود ہے اس کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر شفیق انجم کے نزدیک ن۔م۔ راشد اپنی شاعری میں جس تہذیب کی عکاسی کرتے ہیں، خود اُن کے نزدیک یہ زہریلی ہواؤں کے بھڑکنے کے سوا کچھ نہیں۔ جبکہ دوسری طرف میرا جی کی

علامتوں، الفاظ و اصطلاحات اور تلمیحات اور استعارات مثلاً کالے ڈراؤنے جنگل، رات، اندھیرا، پیڑ، ندی، نالے، دریا، پجاری، مندر، بھگوان اور دیویاں وغیرہ اس امر کی غماز ہیں کہ میرا جی کا رخ جنوب مشرقی ایشیا کی طرف ہے۔ علاوہ ازیں ن۔م۔ راشد کے برعکس میرا جی نے اپنی شاعری کو گیت کی روایت سے جوڑا ہے۔ جو مشرقی تہذیب کی علامت ہے لیکن راشد کی طرح یہ بھی مشرقی تہذیب کی بازیافت نہیں چاہتے۔ مضمون نگار کے نزدیک:

> انھوں نے جس تہذیبی زندگی کے خدوخال واضح کیے ہیں وہ کسی تعمیری ملغوبے کے تحت نہیں اور نہ ہی وہ مشرقی ہندوستانی مزاج کی بازیافت چاہتے تھے۔ اگرچہ راشد کے برعکس انھیں اپنے ماضی سے لگاؤ تھا اور اِس سے وابستہ افسانے اُن کے لیے سکون کا باعث تھے۔ لیکن یہ سارا عمل روزن دیوار سے آنکھ لگا کر دور حرکت کرتے ایک سائے کے سوا کچھ بھی نہیں۔(۷)

مصنف نے اپنی اِس تصنیف میں اردو میں جدیدیت، علامت نگاری اور تمثیل نگاری کے دو بڑے علمبرداروں یعنی رشید امجد اور احمد جاوید کے افسانوں کو بھی اپنی تنقید کا محور بنایا ہے۔ ذات کی گمشدگی، تنہائی، جبر اور شناخت کے ساتھ ساتھ خواہشوں کی عدم تکمیل اور انسانوں کی محرومیاں ایسے موضوعات ہیں جو ان دو افسانہ نگاروں کے ہاں ملتے ہیں۔ مصنف کے خیال میں:

> "گم شدہ شہر کی داستان" کے افسانے احمد جاوید کے فن کا نقطہ عروج میں ان کہانیوں میں اہم بات گمشدگی ہے۔ یہ گمشدگی مصنف کی ذات، بیوی بچوں، تعلق داروں، اپنے محلے کی سنسان گلیوں، ٹھٹھرے ہوئے بے نور چہروں اور سربمہر آنکھوں سے ہوتی ہوئی پورے معاشرے تک پھیل جاتی ہے۔(۸)

آزاد کشمیر کی تنقیدی روایت میں ایک اور تصنیف "خاتون عجم" ہے۔ یہ تصنیف ایرانی شاعرہ قرۃ العین طاہرہ پر لکھے گئے انتالیس مختلف مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان میں طاہرہ کی شخصیت اور فن پر تنقیدی بحث کی گئی ہے۔ اِس کتاب کو ڈاکٹر صابر آفاقی نے مرتب کیا ہے۔ دیباچہ کے علاوہ قرۃ العین طاہرہ کے بارے میں ڈاکٹر صابر آفاقی کے تین مضامین "قرۃ العین کی شاعری"، "اقبال اور خاتون عجم" اور قرۃ العین طاہرہ اور اردو ادبیات" بھی شامل ہیں۔ قرۃ العین طاہرہ میں ڈاکٹر صابر آفاقی کی دلچسپی کی وجوہات کے بارے میں ڈاکٹر افتخار مغل لکھتے ہیں:

قرۃ العین طاہرہ سے ڈاکٹر صاحب کی دلچسپی کی تین وجوہات ہیں۔

☆ طاہرہ ڈاکٹر صابر آفاقی کے مذہب (بہائی عقیدے) کی ایک اہم پیشوا / دانشور ہیں اور اس عقیدے کی فدائی شاعرہ ہیں۔

☆ طاہرہ فارسی زبان کی شاعرہ ہیں اور ڈاکٹر صاحب فارسی ادبیات کے ایک سنجیدہ عالم ہیں۔

☆ قرۃ العین طاہرہ علامہ اقبال کی شاعری کا ایک موضوع اور علامہ اقبال خود ڈاکٹر صاحب کی تحقیق و تنقید کا موضوع ہیں۔ (۹)

ڈاکٹر صابر آفاقی نے اپنی تنقید میں طاہرہ کی شاعری کے فکری اور جذباتی پس منظر کو بیان کیا ہے۔مزید یہ کہ طاہرہ کی شاعری کے موضوعات محبوب، اعضائے محبوب، مصائب، شراب، مذہب، زمان و مکان اور دین و تصوف کے ساتھ ساتھ فنی پہلوؤں پر بھی ناقدانہ نگاہ ڈالی ہے۔ڈاکٹر صابر آفاقی کے خیال میں:

> طاہرہ شعلہ مستعجل تھی جو فقط ۳۶ سال زندہ رہی۔۔۔۔۔اِس نے رواں اور پر جوش بحریں منتخب کیں اور اس طرح سننے والوں میں ایک جوش اور ہیجان پیدا کرنے کی کوشش کی۔کیوں کہ وہ خود پر جوش اور پیکر برق تھی۔ (۱۰)

جواد حسین جعفری کی مرتب کردہ کتاب "میاں محمد بخش۔۔۔۔۔۔ایک مطالعہ" مختلف تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔ان مضامین میں "میاں محمد اور اقبال"،از ڈاکٹر غلام حسین اظہر، "میاں محمد اور مولانا رومی از ڈاکٹر صابر آفاقی "اور "میاں محمد بخش کی شاعری کی لسانی جہتیں" از ڈاکٹر افتخار مغل تنقیدی تناظر میں زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔

آزاد کشمیر میں اردو تنقید کا متعدد حصہ تعلیمی اداروں سے جاری ہونے والی ادبی مجلات میں لکھے جانے والے تنقیدی مضامین کی صورت میں ہے۔ان مجلات میں لکھنے والوں کی بڑی تعداد شعبہ تعلیم سے منسلک اساتذہ کی ہے۔ اِسے آزاد کشمیر کی تنقیدی روایت کا ایک ذیلی دھارا بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان تنقیدی مضامین میں کسی تنقیدی شعور کو تلاش کرنا ممکن نہیں کہ ایک تو کسی نے تسلسل سے لکھنے کی کوشش نہیں کی۔دوسرا یہ کہ ان مجلات میں لکھنے والے زیادہ تر نئے لوگ ہیں تاہم ان مضامین کا تجزیہ کیا جائے تو یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ان نو آموز نقادوں نے اردو ادب کی ہر صنف اور قریباً تمام اہم ادبی شخصیات بالخصوص جدید عہد سے تعلق رکھنے والے ادیبوں کو اپنی تنقید کے دائرے میں لانے کی سنجیدہ کوشش کی ہے۔مزید یہ کہ اقبال کی شخصیت اور فن ان کی تنقید میں دلچسپی کا محور و مرکز ہے۔ جیسے "اقبال کا فلسفہ خودی" از پروفیسر قاضی عبدالخالق، "اقبال کا نظریہ قومیت"، "اقبال کا

تغزل" از قمر الزمان خان، "اقبال اور تصوف" از منیر احمد یزدانی، "غالب کی جدت ادا" از پروفیسر محمد یعقوب، "احمد شمیم ہجرت کا شاعر" از پروفیسر مسرت صبوحی، "اندر سبھا و شرح اندر سبھا کا تنقیدی جائزہ"، از خواجہ خورشید احمد، "اردو زبان و بیان"، پروفیسر نذیر انجم، "ساغر صدیقی۔ایک درویش شاعر"، از پروفیسر میاں شکیل سرور شامل ہیں۔ اس تناظر میں ذیل میں دیئے گئے اقتباسات سے نوجوان نسل کے تنقیدی معیار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ منیر یزدانی کے مطابق:

> علامہ اقبال تصوف کے فلسفیانہ پہلو کے مخالف تھے جو مختلف مذاہب اور نظریات کے استعمال سے غیر شرعی عقائد کی صورت اختیار کرچکا تھا اور جس کی تعلیمات سے بے عملی اور رہبانیت۔۔۔ کی تعلیم ملتی ہے۔ اس کے برعکس علامہ اقبال اسلامی تصوف کے حامی ہیں جو تزکیہ نفس میں معاون ثابت ہوتا ہے اور جس پر عمل پیرا ہوکر صوفیائے اسلام نے دین اسلام کی تبلیغ وترویج کا فریضہ سرانجام دیا۔ (۱۱)

اسی طرح محمود اسیر اپنے مضمون "شاعر محبت۔افتخار مغل" کا تجزیہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

> "اگرچہ محبت اس کا ذاتی مسئلہ ہے مگر وہ محبت میں اِس قدر جذباتی نہیں ہوجاتا کہ مغلوبیت کی دھن اسے راہ سے بھٹکا دے۔ محبت کیا ہے؟ وہ اس کا جواب تلاش کرتا ہے اور محبت کے باب میں ہجر وفراق کا جواز ڈھونڈتا جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ سے برسرپیکار۔اِس نے بڑے اعتماد کے ساتھ اپنے آپ کو ہجر وفراق اور غم والم کی میزان پر رکھا ہے۔ باہر کی ہولناکیوں سے سہم کر کبھی وہ اپنے بدن میں اپنی امان ڈھونڈتا اور کبھی روح کو رداجان کر اپنے آپ کو اس میں ڈھانپ لیتا ہے۔" (۱۲)

کہا جاسکتا ہے کہ اس طرح کہ تجزیے میں فکری موضوعات تو موجود ہوتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ فنی لوازمات اور تنقیدی رجحانات بھی نمایاں ہیں۔

آزاد کشمیر کی اردو تنقید کی تاریخ کا ایک محدود سا حصہ آزاد کشمیر میں شائع ہونے والے روز ناموں اور ادبی جرائد میں شائع ہونے والے مضامین کی صورت میں ہے۔ آزاد کشمیر کی تنقیدی روایت میں ان تنقیدی مضامین کی نوعیت وہی ہے جو تعلیمی اداروں سے جاری ہونے والے ادبی مجلات کے مضامین کی ہے تاہم بعض ایسے نقاد ہیں جو

ضرور کسی رجحان کے آئینہ دار ہیں۔ جیسے ڈاکٹر صابر آفاقی، ڈاکٹر غلام حسین اظہر، ڈاکٹر افتخار مغل، ڈاکٹر محمد صغیر خان، ڈاکٹر شفیق انجم، طاوس بانہالی، آصف ثاقب اور نصیر احمد ناصر وغیرہ۔ ان لوگوں نے نہ صرف آزاد کشمیر سے شائع ہونے والے ادبی رسالوں "ماہنامہ تہذیب مظفر آباد"، سہ ماہی "پربت باغ"، سہ ماہی "مطلع باغ" اور ماہنامہ "شوق میرپور" میں تنقیدی مضامین لکھے بلکہ پاکستان کے معروف ادبی جرائد "فنون"، "ادبیات"، "اوراق"، "ارتقا" اور "قومی زبان" وغیرہ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

آزاد کشمیر میں اردو ادب کی تنقیدی روایت کا آخری حوالہ پی، ایچ ڈی اور ایم فل کی سطح پر لکھے جانے والے مقالہ جات کی صورت میں ہے۔ پاکستان کی جامعات بالخصوص "علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد"، "بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد"، "نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد" ہزارہ یونی ورسٹی مانسہرہ اور دوسری جامعات میں بالعموم طلبا کی قابل ذکر تعداد ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر اپنے تنقیدی اور تحقیقی مقالہ جات یا تو مکمل کر چکی ہے یا تکمیل کے مراحل میں ہیں۔ ایم فل اور پی ایچ ڈی کی صورت میں بعض مقالاجات اہم موضوعات سے متعلق ہیں جیسے "آزاد کشمیر میں اردو کا نثری ادب"، مولف ڈاکٹر افتخار مغل، "راکھ اور نادار لوگ کا تقابلی مطالعہ"، مولف یوسف خواجہ، "آزاد کشمیر میں اردو شاعری" مولف ڈاکٹر افتخار مغل وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

درج بالا تجزیے کے تناظر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگرچہ ماضی میں تحقیق و تنقید کے مضبوط رویے آزاد کشمیر میں سامنے نہیں آسکے۔ تاہم انفرادی سطح پر تنقید کے میدان میں کوشش اور کاوشیں جاری رہی ہیں۔ موجودہ دور میں نہ صرف انفرادی بلکہ جامعاتی سطح پر تنقید کے رجحان میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ نوجوان نسل بڑی تعداد میں ملکی و غیر ملکی جرائد میں اردو تنقید کے حوالے سے اپنی تخلیقات سامنے لا رہی ہے۔ امید کی جاسکتی ہے کہ مستقبل میں آزاد کشمیر میں اردو تنقید مزید ارتقاء کے عمل سے گزرے گی اور مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جائے گی۔

حوالہ جات

۱۔ محمود ہاشمی، پروفیسر۔۔۔۔۔۔۔حسن عسکری کے "جزیرے" مشمولہ یہ شاعر و افسانہ نویس، مرتبہ محمود ہاشمی، الفیصل ناشران، تاجران کتب، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص۔77

۲۔ افتخار مغل، ڈاکٹر "آزاد کشمیر میں اردو کا نثری ادب" غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی اردو، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد، س۔ن، ص ۳۷۳

۳۔ نرجس افتخار، سیدہ، غالب کے اردو قصائد، مشمولہ شاہراہ اردو کے چند اہم سنگ میل، مرتبہ سیدہ نرجس افتخار، حسین فاونڈیشن، میرپور، ۲۰۰۰ء، ص۔۱۵۷۔

۴۔ حبیب کیفوی، کشمیر میں اردو، مرکزی اردو بورڈ لاہور، ۱۹۷۹ء ص۔۲۲۶۔

۵۔ ایضاً، ص۔۲۴۶

۶۔ شفیق انجم، ڈاکٹر، اردو افسانہ (بیسویں صدی کی ادبی تحریکوں کی روشنی میں)، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء، ص۔۲۴۸۔

۷۔ شفیق انجم، ن۔م راشد اور میراجی کا تصور عشق۔۔۔تقابلی مطالعہ، مشمولہ جائزے، مرتبہ شفیق انجم، اسلوب اسلام آباد، ۲۰۰۷ء۔ ص۹۹۔

۸۔ شفیق انجم، ن۔م راشد اور میراجی کا تصور عشق ص۔۲۸۰۔

۹۔ افتخار مغل، ڈاکٹر، آزاد کشمیر میں اردو کا نثری ادب، ص۳۲۴۔

۱۰۔ صابر آفاقی، ڈاکٹر، قرۃ العین طاہرہ کی شاعری۔۔۔۔مشمولہ، خاتون عجم، مولف ڈاکٹر صابر آفاقی مقبول اکیڈمی لاہور۔ ص۳۹۔

۱۱۔ منیر احمد یزدانی، اقبال اور تصوف مشمولہ علمی وادبی مجلہ سروش، گورنمنٹ ڈگری کالج میرپور، ۰۷ - ۲۰۰۶، ص۷۹۔

۱۲۔ محمود اسیر، شاعر محبت۔۔۔افتخار مغل، مشمولہ علمی وادبی مجلہ "ماہل" گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج برائے طلباء باغ۔۔۔۲۰۰۹-۲۰۱۰ء۔ ص۔۱۰۶